تفسیر معالم العرفان میں عصمتِ انبیاء کا تصور اور اجتہادی لغزشوں کی توجیہ: قرآنی آیات، تفسیری آراء اور کلامی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Prophetic Infallibility ('Ismah al-Anbiya) in Tafsir Ma'alim al- 'Irfan and the Interpretation of Ijtihadi Lapses: An Analytical Study of Qur'anic Verses, Exegetical Views, and Theological Debates

Raees Muhammad
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Malakand
Dr Aziz Ahmad (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Islamic Studies,
University of Malakand
Email: aziz.ahmad@uom.edu.pk

Abstract
This research paper presents an analytical study of the concept of prophetic infallibility ('Ismat al-Anbiya') and the interpretation of prophetic ijtihadi lapses in Tafsir Ma'alim al-'Irfan fi Duroos al-Qur'an by Mawlana Sufi Abdul Hamid Sawati. The study examines the meaning and theological basis of prophetic infallibility, its relation to the prophetic mission, the protection of the prophets before and after prophethood, and the possibility of temporary ijtihadi lapses followed by divine correction. According to the approach reflected in Ma'alim al-'Irfan, prophetic infallibility is an essential requirement of revelation and prophethood, since the prophets are the recipients and transmitters of divine guidance and serve as role models for their communities. They are protected from deliberate sins and from errors that could undermine their prophetic mission. However, a temporary lapse may occur in matters of ijtihad due to human considerations; such a lapse does not contradict infallibility because Allah does not allow His prophets to remain upon an erroneous position and corrects it through divine guidance and revelation. The study further analyzes relevant Qur'anic passages concerning Prophets Yunus, Yusuf, Musa, and Adam (peace be upon them), arguing that references to their "mistakes" or "wrongdoing" should not necessarily be understood as deliberate sins in the ordinary sense. Rather, they may be understood in the context of ijtihadi judgment, leaving what was preferable, humility, repentance, and

returning to Allah. The paper also explores the theological distinction between the infallibility of prophets and claims of infallibility for non-prophetic figures. The study concludes that the possibility of a temporary ijtihadi lapse does not negate prophetic infallibility; rather, its immediate divine correction demonstrates the practical dimension of 'Ismat al-Anbiya' and safeguards the integrity of prophetic guidance.

Keywords: Prophetic Infallibility, Tafsir Ma'alim al-Irfan, Sofi Abdul Hamid Swati, Ijtihadi Lapses of Prophets, 'Ismah al-Anbiya, Exegetical Views, Theological Debates

عقیدۂ ختمِ نبوت اور مقامِ رسالت سے متعلق بنیادی مباحث میں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے اور اس کے پیغام کے امین ہوتے ہیں؛ اس لیے ان کے قول و فعل کی صحت اور ان کی عملی زندگی کی پاکیزگی منصبِ نبوت کی بنیادی ضرورت قرار پاتی ہے۔ اگر پیغمبر کے بارے میں یہ تصور پیدا ہو کہ وہ دانستہ گناہ یا دینی معاملات میں ایسی غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہے جس پر اسے برقرار رکھا جائے، تو اس کے نتیجے میں وحی، رسالت اور اتباعِ رسول کے پورے تصور پر سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

زیرِ نظر مقالے میں اسی بنیادی مسئلے کو تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کے تناظر میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ بالخصوص اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کو کس مفہوم میں لیتے ہیں، اجتہادی لغزش کے امکان کو کس طرح سمجھاتے ہیں، وحی کے ذریعے اس کی اصلاح کی کیا حیثیت قرار دیتے ہیں اور انبیاء کی عصمت کے اثبات میں کن قرآنی اور تفسیری شواہد سے استدلال کرتے ہیں۔

تفسیر معالم العرفان

تفسیر "معالم العرفان فی دروس القرآن" ہے گوجرانوالہ سے بیس جلدوں کی صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے مصنف حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی ہیں۔ سن 1952ء میں گوجرانوالہ میں آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی، مدرسہ کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے ہفتہ وار چار دن درسِ قرآن کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ تفسیر معالم العرفان درحقیقت انہی دروس کا مجموعہ ہے جو آپ نے چالیس سال سے زائد عرصے میں فجر کے بعد قرآن کی تشریح و توضیح کی صورت میں بیان فرمائے۔

ابتداء ہی سے ان دروس کو ریکارڈ کرنے کا اہتمام کیا گیا، یوں مکمل قرآنِ کریم کی تفسیر چار سو پچہتر کیسٹوں پر محیط ہو گئی۔ ان ارشادات کو تحریری شکل دینے کا عمل رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ، مطابق اگست ۱۹۸۱ء میں شروع ہوا، جو مسلسل محنت کے بعد رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ، مطابق جنوری ۱۹۹۶ء میں بیس جلدوں کی تکمیل کے ساتھ

مکمل ہوا۔ اس تفسیر کے کل صفحات کی تعداد تقریباً 13,000 ہے، اور اسے مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔

صوفی عبدالحمید سواتی:

آپ کا مکمل نام عبدالحمید خان بن نوراحمد خان بن گل احمد خان بن گل داد خان تھا۔ آپ کو زیادہ تر "لوگ صوفی صاحب" کے لقب سے جانتے ہیں۔ ان کی پیدائش چیڑاں ڈھکی کے اسی دیہی علاقے میں ہوئی جو ضلع مانسہرہ، ہزارہ ڈویژن (خیبر پختونخوا) کا حصہ ہے[1]۔

، آپ کی ولادت کا زمانہ غالباً 1335 ہجری یا 1917 عیسوی کے آس پاس کا ہے۔

سن 1940ء میں آپ نے باقاعدہ طور پر نصرت العلوم گوجرانوالہ سے درسِ نظامی کا مکمل نصاب کامیابی سے مکمل کیا اور اس کی سندِ فراغت حاصل کی[2]۔ ابتدائی تعلیم کے مراحل کامیابی سے طے کرنے کے بعد، آپ نے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کی نیت سے برصغیر کے سب سے بڑے علمی مرکز، دارالعلوم دیوبند کا سفر اختیار کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے اکابر علمائے دیوبند کے زیرِ تربیت رہتے ہوئے علومِ شریعت میں مہارت حاصل کی اور وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے لکھنؤ کا رخ کیا، جہاں آپ نے ممتاز دینی ادارے "دارالمبلغین" میں داخلہ لیا۔ یہ ادارہ تقابلی مذاہب اور فنِ مناظرہ کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے نمایاں مقام رکھتا تھا۔ یہاں آپ نے معروف مناظرِ اسلام اور رئیس المناظرین مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ سے براہِ راست تربیت حاصل کی، جنہوں نے آپ کو نہ صرف مذاہب کے تقابلی مطالعے کا فن سکھایا، بلکہ علمی مناظرے اور عقلی استدلال میں بھی مہارت عطا کی۔ آپ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی ہیں۔

28 ربیع الاول 1429ھ، مطابق 6 اپریل 2008ء، بروز پیر، صبح تقریباً دس بجے حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ اپنے خالقِ حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے رخصت فرما گئے[3]۔

تفسیر معالم العرفان میں عصمتِ انبیاء کا تصور

عصمتِ انبیاء کی وضاحت کرتے ہوئے مفسرؒ لکھتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہت بڑے انعام کا وعدہ فرمایا ہے[4]۔:

مفسر فرماتے ہیں کہ اسلامی عقائد کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو ایک منفرد امتیاز حاصل ہے جسے "عصمت" کہا جاتا ہے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی دانستہ یا

مستقل گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اگر کبھی کوئی غیر ارادی لغزش یا انسانی سطح کی معمولی کوتاہی ہو جائے، تو اللہ فوراً ان کی اصلاح فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلطی پر قائم نہ رہیں[5]۔ یہ الٰہی نگرانی عام انسانوں کو حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ بڑے سے بڑا مجتہد یا فقیہ بھی عمر بھر کسی غلط فہمی پر باقی رہ سکتا ہے کیونکہ اسے معصومیت کی ضمانت حاصل نہیں ہوتی۔[6]

اگرچہ فرشتے بھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے "لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ[7]"، لیکن وہ مادی وجود نہیں رکھتے، بلکہ نورانی اور مجرد مخلوق ہیں۔ انسانوں میں سے صرف انبیاء ہی ایسی جماعت ہے جنہیں معصوم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی معصومیت نہ صرف نبوت سے پہلے بلکہ نبوت کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ ان سے جو تھوڑی بہت غیر ارادی لغزش ہو جائے، اسے "زَلّۃ" یا "لغزش" کہا جاتا ہے، جس پر فوراً تنبیہ ہوتی ہے۔[8]

انبیاء علیہم السلام کی معصومیت ہی وہ بنیاد ہے جس پر ان کی اطاعت کو مطلق فرض قرار دیا گیا ہے۔ ان کا ہر قول، فعل اور فیصلہ قابلِ عمل ہوتا ہے، چاہے وہ کسی خاص مزاج یا جذباتی کیفیت میں صادر ہوا ہو۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوات والتسلیمات کے بارے میں صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آپ کبھی مذاق کرتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: "إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا"[9]، یعنی میں ہمیشہ حق ہی کہتا ہوں۔ یہ بیان نبی کی معصومیت کے عقیدے کی عملی توثیق کرتا ہے۔

احادیث اور فقہی اصول کی رو سے قاضی یا جج کو حکم ہے کہ وہ غصے یا ذہنی دباؤ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے[10]، کیونکہ اس کیفیت میں غلطی کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ مگر انبیاء اس کمزوری سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ نبی کی فطری معصومیت اس کے فیصلے کو ہر حالت میں حق پر قائم رکھتی ہے، یہی امتیاز کسی عام انسان کو حاصل نہیں۔

مفسر قرآن امام بیضاویؒ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام روحانی بلندی کے انتہائی مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ اخلاقِ حسنہ، صفاتِ ربانی اور اسرارِ الٰہی کے مکمل مشاہدہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ان کی ذات میں نہ صرف کمال، بلکہ تکمیل کی علامات پائی جاتی ہیں۔ وہ عالمِ جبروت اور ملکوت کے اسرار کے قریب تر ہوتے ہیں، جو ان کی معصومیت کے ساتھ ساتھ مقامِ قرب کی دلیل بھی ہے۔[11]

قرآن کریم کی آیت: "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ إِلَّا مَنْ يَشَاءُ مِنْ رُسُلِهِ"[12] سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو غیب کی خبر نہیں دیتا، البتہ اپنے منتخب رسولوں کو بعض ضروری امور کی خبر دیتا ہے۔ مفسرین جیسے امام بیضاویؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ انبیاء کو وہی علمِ غیب دیا جاتا ہے جو ان

کے منصب اور امت کی رہنمائی کے لیے درکار ہو۔ یہ علم "کلی" نہیں ہوتا بلکہ محدود، اور اللہ کی عطا کردہ "ضرورت کے مطابق" ہوتا ہے۔

امام عبد اللہ نسفیؒ اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرقہ باطنیہ [13] کے اس عقیدے کی سختی سے تردید کرتے ہیں جس میں ان کے اماموں کو معصوم اور غیب دان مانا جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا موقف واضح ہے کہ صرف انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، اور غیب کا کامل علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اماموں کو معصوم سمجھنا اور حلت و حرمت کے فیصلوں میں ان کو حاکمِ مطلق سمجھنا شرعی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ [14]

قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق، اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا، اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرنا نہ صرف نجات کی کنجی ہے بلکہ عظیم اجر کا موجب بھی۔ تقویٰ کی تعریف میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ "تقویٰ کا مطلب ہے شریعت کے حدود کی حفاظت"۔ یعنی حلال و حرام، صحیح و غلط کے فرق کو سمجھنا اور اس پر کاربند رہنا۔ ایسے متقی افراد کو اللہ نے عظیم اجر کا وعدہ دیا ہے۔

سورۃ نساء کی آیت وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا [15] کی تفسیر میں عصمت انبیاء علیہ السلام کے عنوان کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا موصوفؒ رقم طراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ منافقین۔۔۔۔۔۔۔ حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے [16]۔

سورۃ النساء کی مذکورہ آیت کے تحت مولانا مفسرؒ اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوات والتسلیمات کو منافقین کے ایک فریب سے محفوظ رکھا۔ ان منافقین نے اپنی بریت کے لیے نبی اکرم علیہ الصلوات والتسلیمات کو بھی اپنے دفاع میں شامل کرنے کی کوشش کی، تاکہ معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی تمام پس پردہ حقائق سے اپنے نبی کو آگاہ فرما دیا، اور یوں انہیں کسی ناپسندیدہ فیصلے یا غیر موزوں رائے سے محفوظ رکھا۔ [17]

یہ واقعہ اس اصولی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر نبی کسی ظاہری قرینے یا ممکنہ استدلال کی بنیاد پر کوئی فیصلہ صادر کرے، اور وہ فیصلہ خلافِ واقعہ ہو، تو اللہ تعالیٰ فوری طور پر اس کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ نبی کو ایسی غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا، کیونکہ یہ اس کے معصوم ہونے کے منافی ہو گا۔ [18]

مفسرؒ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ ایک عام مجتہد جب اپنے علم، تجربے اور عقل کی روشنی میں کوئی اجتہادی فیصلہ کرتا ہے، تو اگرچہ وہ غلط ہو، تب بھی وہ اپنے اجتہاد پر ماجور ہوتا ہے، لیکن اس کی اصلاح بذات خود لازم یا یقینی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی غلطی پر متنبہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔

اس کے برعکس، نبی اگر اجتہاد سے کسی نتیجے پر پہنچے اور وہ نتیجہ غلط ہو، تو وحی فوراً مداخلت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حقیقتِ حال سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ یہ براہِ راست نگرانی اور الٰہی تائید ہی دراصل عصمتِ انبیاء کی عملی صورت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی سے لغزش ممکن نہیں، بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی حالت پر برقرار نہیں رہنے دیتا، اور ان کی اصلاح کو اپنے ذمے لے لیتا ہے۔

الغرض اس تفسیر سے یہ اصول اخذ کیا جاتا ہے کہ نبی کو اجتہادی رائے کے نتیجے میں اگر وقتی طور پر کوئی لغزش پیش آجائے، تو وہ دائمی نہیں ہوتی۔ نبی کی ذات، اس کی رسالت، اور اس کی عملی رہنمائی پر اللہ کی حفاظت کا پہرہ ہوتا ہے۔ یہی پہرہ، وحی کی صورت میں، نبی کی عصمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے —ایک ایسا تحفظ جو کسی اور انسان، حتیٰ کہ مجتہدین کو بھی حاصل نہیں۔

سورۃ اعراف کی آیت أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[19] کی تفسیر میں انبیاء کی عصمت کے متعلق لکھتے ہیں: "اہل بدعت نے نبی کو اللہ کے برابر کر دیا ۔۔۔۔۔ آج میری بات کو جھٹلا رہے ہو"[20]۔

مفسرؒ وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں بارہا انبیاء علیہم السلام کی عصمت (گناہوں اور شرک سے محفوظ ہونے) کی تصدیق کی گئی ہے۔ انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص تائید و ضمانت حاصل ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف کبیرہ بلکہ صغیرہ گناہوں سے بھی محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ خاص طور پر شرک جیسا سنگین گناہ ان کی ذات سے مکمل طور پر ناممکن قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ قرآن کے الفاظ سے یہ استنباط کیا گیا کہ نبی کی ذات سے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی شرک کا صدور ناممکن ہے۔

اس قرآنی اصول کے برخلاف، مفسر اہل بدعت، خاص طور پر رافضیوں کے عقائد پر تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض ائمہ کو انبیاء کے ہم پلہ بلکہ ان کی طرح معصوم قرار دیا۔ جبکہ قرآن اور سنت میں کسی غیر نبی کی عصمت کی کوئی بنیاد نہیں پائی جاتی۔ اس بات کو خود ساختہ قرار دیتے ہوئے، اسے اسلامی عقیدۂ نبوت سے متصادم قرار دیا گیا ہے۔[21]،[22]

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، اپنی معروف تصنیف "تفہیمات" میں اس نظریے کی صراحت کے ساتھ تردید کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ اگر نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو بھی معصوم مانا جائے، تو ختمِ نبوت کا عقیدہ مجروح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب نبی اور امتی کے درمیان معصومیت کا فرق مٹ جائے تو نبوت کا منصب اپنی امتیازی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔ یہ موقف ختم نبوت کے عقیدہ کی بنیادوں میں شامل ہے۔[23]

اس تمام تجزیے سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام نہ صرف نبوت کے بعد بلکہ اس سے قبل بھی اخلاقی اور ایمانی عصمت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ گناہوں، شرک، اور خلافِ حقیقت باتوں سے مکمل طور پر محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ انبیاء کی یہ معصومیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی گئی ضمانت ہے، نہ کہ کسی انسانی فلسفے کی اختراع۔ اس کے برخلاف، اماموں یا بزرگوں کی معصومیت کا دعویٰ دین کے اصولوں سے متصادم اور ختم نبوت کے منافی ہے۔

سورۃ ص کی آیت "وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ"[24] کی تفسیر میں مفسرؒ عصمتِ انبیاء کے قرآنی دلائل کو دو بنیادی نکات کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے مطابق عصمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو شعوری و ارادی گناہوں سے محفوظ رکھنے کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ خصوصیت انسانوں میں صرف انبیاء کرامؑ کے لیے مخصوص ہے، جبکہ فرشتے اپنی فطری ساخت کی وجہ سے معصوم ہیں۔

پہلی دلیل: ذکرِ دار کی صفت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ[25]" یعنی ہم نے ان (انبیاء) کو ایک مخصوص صفت، یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ ممتاز کیا۔ یہ "ذکر دار" درحقیقت روحانی بیداری اور ہمہ وقت احتسابِ آخرت کی حالت ہے جو ہر نبی میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ عام انسان دنیاوی مشاغل میں آخرت کو بھلا دیتا ہے، مگر نبی کا قلب و شعور ایک لمحہ بھی اس یاد سے غافل نہیں ہوتا[26]۔ یہی دائمی روحانی بیداری انبیاء کے معصوم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ ایسا شعور گناہ کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔[27]

دوسری دلیل: چنیدہ اور صالح نفوس

دوسری دلیل آیت میں دی گئی ہے: "وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ[28]" یعنی وہ ہمارے منتخب اور نیکوکار بندوں میں سے ہیں۔ یہاں "اصطفاء" سے مراد اللہ کی طرف سے براہ راست انتخاب ہے، نہ کہ ذاتی ریاضت یا عملی کمالات کا نتیجہ۔ چونکہ نبوت اللہ کی طرف سے ایک الہامی ذمہ داری ہے، اس لیے اللہ ایسی ہستی کا

انتخاب نہیں فرماتا جس سے کسی بھی طرح گناہ کا امکان ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عصمت انبیاء، منصبِ رسالت کی ابتدائی شرط ہے[29]۔

تفسیر معالم العرفان میں انبیاء کے اجتہادی لغزشوں کی توجیہ

سورہ صافات آیت "وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ"[30] نبی معصوم یونس علیہ السلام کی لغزش کی وضاحت کرتے ہوئے مفسرؒ بیان کرتے ہیں:

"یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ کے کسی نبی سے معمولی لغزش.....اس لیے معمولی سی غلطی بھی بڑی نظر آتی ہے۔[31]

سورۃ الصافات میں حضرت یونسؑ کے رسول ہونے کی تصریح کرتے ہوئے قرآن نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے کہ وہ بھی ان مخصوص برگزیدہ ہستیوں میں شامل تھے جن پر اللہ کی طرف سے پیغامِ الٰہی نازل ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ، مفسرؒ وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ انبیاء علیہم السلام بشری تقاضوں کے تحت اجتہادی لغزش کا شکار ہو سکتے ہیں، تاہم وہ کبھی جان بوجھ کر کسی معصیت کا ارتکاب نہیں کرتے۔ انبیاء کی لغزشیں بھی فوراً اللہ کی طرف سے اصلاح کے ساتھ پاک کر دی جاتی ہیں تاکہ ان کی عصمت ہر لحظہ قائم و دائم رہے۔

حضرت یونسؑ کا قوم سے اجازت کے بغیر روانہ ہونا ایک اجتہادی فیصلہ تھا، نہ کہ شرعی فریضے سے فرار۔ اس اجتہاد پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی اور انہیں مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کیا، لیکن یہ ابتلا سزا نہیں بلکہ تربیت کا ایک مرحلہ تھا۔ مفسرؒ کے مطابق اگر نبی دانستہ اور ارادی طور پر فریضۂ رسالت میں کوتاہی کرے تو وہ منصب نبوت سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر حضرت یونسؑ کا اقدام اس نوعیت کا نہ تھا، اس لیے ان کی نبوت بھی ثابت رہی اور ان کی عصمت بھی مجروح نہ ہوئی۔

مفسرؒ اس مقام پر قرآن کی دیگر آیات کو بھی دلیل بناتے ہیں، مثلاً:

یوسفؑ کے بارے میں: كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ۔[32]

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو زلیخا کے فتنے سے بچا کر فرمایا کہ وہ ہمارے منتخب و مخلص بندوں میں سے ہیں۔

دیگر انبیاء کے بارے میں: إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ...[33]

یعنی ہم نے انبیاء کو آخرت کی یاد جیسی صفت کے ذریعے ممتاز کیا اور انہیں برگزیدہ اور نیکوکاروں میں شامل کیا۔

یہ آیات عصمت انبیاء کے قرآنی ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے نبیوں کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

مفسرؒ وضاحت کرتے ہیں کہ بعض اوقات انبیاء اپنی زبان سے "ظلم" یا "خطا" کا اعتراف کرتے ہیں، جیسے:

حضرت یونسؑ کی دعا: "إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ"[34]

حضرت موسیٰؑ: "رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي"[35]

حضرت آدمؑ: "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا"[36]

مگر یہ سب الفاظ مجازی اور انکساری پر مبنی ہیں، حقیقی گناہ کی عکاسی نہیں کرتے۔ انبیاء کا یہ طرزِ کلام ان کے بلند مقام و احساسِ ذمہ داری کی علامت ہے، کیونکہ وہ معمولی لغزش کو بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔[37]

اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماعی موقف ہے کہ انبیاء کی لغزشوں کا ذکر بغیر احتیاط کے نہیں کرنا چاہیے، اور ان پر تنقید کرنا ایمان کے منافی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے مطابق:

"انبیاء کی لغزشوں کا ذکر ممنوع ہے کیونکہ ان لغزشوں سے ان کی اللہ کی طرف رجوع مزید پختہ ہوتا ہے اور ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ کسی نبی پر اعتراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔"

مجموعی طور پر مفسرؒ کا مؤقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں، اور بعض اوقات اس میں لغزش بھی ممکن ہے، لیکن وہ لغزش وحی کے ذریعے فوراً درست کر دی جاتی ہے۔ وہ جان بوجھ کر معصیت نہیں کرتے، اور ان کا ہر عمل الٰہی نگرانی کے تحت ہوتا ہے۔ انبیاء کی یہ معصومیت ایک اعتقادی اصول ہے جس کا انکار، دین کے بنیادی خدوخال کو مجروح کرتا ہے۔

اجتہادی لغزش

مفسرؒ واضح کرتے ہیں کہ نبیوں سے اگر کوئی لغزش سرزد بھی ہو، تو وہ ہمیشہ غیر ارادی، اجتہادی اور خفیف درجے کی ہوتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری گرفت ہوتی ہے۔ انبیاء ایسی چھوٹی لغزشوں پر بھی بے پناہ شرمندگی محسوس کرتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی دعاؤں میں "ظلم" اور "گناہ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ الفاظ ادبی اور انکساری پہلو رکھتے ہیں، نہ کہ حقیقی گناہ کی عکاسی۔ اس احساسِ ندامت میں بھی انبیاء کی روحانی عظمت کا عکس جھلکتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تشریح کے مطابق انبیاء کی جسمانی آزمائشیں، سزا نہیں بلکہ تربیتی اور منصبی تقاضے ہوتے ہیں۔ ان پر کوئی ایسی سزا نافذ نہیں ہوتی جو عصیان یا مجرمانہ عمل کے مترادف ہو۔[38]

مفسرؒ دیگر قرآنی آیات جیسے: "إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي[39]" کی روشنی میں بھی اس تصور کو تقویت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کو منتخب کرتے وقت اس کے باطن کی طہارت اور روحانی صلاحیت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت کسی انسان کی کمائی نہیں بلکہ ربّانی انتخاب ہے۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے عصمتِ انبیاء کی ایک اور دلیل قرآن کی اس آیت سے اخذ کی "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ[40]" نانوتویؒ کے مطابق جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت مطلق ہے، اسی طرح رسول کی اطاعت بھی بلا قید و شرط فرض ہے۔ اگر نبی سے گناہ کا امکان ہوتا، تو ایسی اطاعت غیر مشروط نہ ہوتی۔ یہ اطاعت دراصل عصمتِ انبیاء کا ثبوت ہے۔[41]

حضور نبی کریم علیہ الصلوات والتسلیمات کا فرمان کہ: إني لا أقول إلا حقا"۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ علیہ الصلوات والتسلیمات کی زبان سے مزاح میں بھی حق ہی صادر ہوتا تھا۔ جب کہ عام قاضی یا جج کو غصے میں فیصلہ کرنے سے روکا گیا ہے[42]، نبی کے فیصلے ہر حالت میں معتبر ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت نبی کے معصوم عن الخطا ہونے کو مزید مضبوط کرتی ہے۔

الغرض ان تمام دلائل کی روشنی میں مفسرؒ یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت، وحی، نبوت اور رسالت کا بنیادی تقاضا ہے۔ قرآن، سنت، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم، سب اسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ انبیاء نہ صرف شعوری گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، بلکہ اجتہادی لغزشوں پر بھی ان کی فوری اصلاح کی جاتی ہے۔ انبیاء کی زندگیاں اُسوۂ حسنہ ہیں اور ان کی اطاعت، بغیر کسی شبہ کے فرض ہے۔

خلاصہ

یہ مقالہ تفسیر معالم العرفان میں عصمتِ انبیاء کا تصور اور اجتہادی لغزشوں کی توجیہ کے موضوع کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی روشنی میں عصمتِ انبیاء کے مفہوم، اس کی شرعی و عقلی بنیادوں، قبل و بعدِ نبوت انبیاء علیہم السلام کی حفاظت، اجتہادی لغزش کے امکان اور اس کی وحی کے ذریعے اصلاح جیسے اہم مباحث کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک عصمتِ انبیاء منصبِ نبوت کی بنیادی ضرورت ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پیغام کے امین اور امت کے لیے نمونۂ عمل ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دانستہ گناہ اور ایسی خطا کا امکان نہیں جس سے منصبِ رسالت متاثر ہو؛ البتہ بشری تقاضوں کے تحت کسی اجتہادی معاملے میں وقتی لغزش واقع ہو سکتی ہے، لیکن اللہ

تعالیٰ انہیں اس پر برقرار نہیں رہنے دیتا بلکہ وحی کے ذریعے اس کی اصلاح فرماتا ہے۔ مقالے میں قرآن مجید کی متعلقہ آیات کی روشنی میں حضرت یونس، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کے واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کی طرف منسوب بعض لغزشوں کو عام انسانی گناہوں کے مفہوم میں لینا درست نہیں، بلکہ ان میں اجتہاد، خلافِ اولیٰ، انکسار اور رجوع الی اللہ کے پہلو پائے جاتے ہیں۔ مزید برآں، تفسیر معالم العرفان کے کلامی منہج کا جائزہ لیتے ہوئے عصمتِ انبیاء اور غیر انبیاء کے لیے عصمت کے دعوے کے درمیان امتیاز واضح کیا گیا ہے۔ تحقیق کا بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ اجتہادی لغزش کا امکان عصمتِ انبیاء کے منافی نہیں، بلکہ ایسی لغزش کی فوری الٰہی اصلاح ہی عصمت کے عملی مفہوم کو نمایاں کرتی ہے۔

حواشی

[1] مولانا محمد فیاض خان سواتی، صوفی عبدالحمید خان سواتی کی شخصیت اور خدمات کا جائزہ، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، 1429ھ/2008ء، ص48-58

[2] نفس مصدر: ص68

[3] ایضا: ص76

[4] سواتی، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبدالحمید، سورۃ آل عمران: 31

[5] تفسیر طبری، ج:6، ص:323

[6] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبدالحمید سواتی، سورۃ آل عمران: 31

[7] سورۃ التحریم: 2

[8] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبدالحمید سواتی، سورۃ التحریم: 2

[9] سنن ترمذی، أَبْوَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي المِزَاحِ، حدیث(1990)

[10] عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: كَتَبَ أَبِي إِلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ: أَنْ لَا تَحْكُمْ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «لَا يَحْكُمُ الحَاكِمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ»)سنن ترمذی، أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ، بَابُ مَا جَاءَ لَا يَقْضِي القَاضِي وَهُوَ غَضْبَانُ، حدیث(1334)

[11] تفسیر بیضاوی، ج5، ص225

[12] سورۃ آل عمران: 179

[13] باطنیہ تمام وہ فرقے جن کا خیال ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں کے ظاہر معنی کچھ اور ہیں اور اصلی کچھ اور قرمطیہ، خرمیہ اسماعیلیہ مسلمانوں کے اور مزدکیہ آتش پرستوں کا باطنیہ فرقے خیال کیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے بعض فرقے جو عباسی خلافت کے زمانے میں نمودار ہوئے۔ ان کی نوعیت دراصل سیاسی تھی۔ البتہ ان کا طریق استدلال مذہبی ہوتا تھا۔ ان کو باطنیہ کہنے کے دو اسباب تھے: اول یہ کہ باطنیہ فرقے والے قرآن اور دیگر امور کے داخلی رخ کو ظواہر پر ترجیح دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سرکاری تشدد کے خوف سے یہ لوگ خفیہ اور پوشیدہ تعلیمات کے قائل تھے۔ اور اپنے مشنریوں کے ذریعے اپنے مذہب کی تعلیمات خفیہ طریقے سے پھیلاتے تھے۔

عموماً باطنیہ ایک اسلامی فرقے کو کہتے ہیں جو حسن بن صباح نامی شخص نے چھٹی صدی میں ایجاد کیا تھا اس نے بلقان کے پہاڑوں میں مصنوعی جنت بنا رکھی تھی یہ لوٹ مار کرتے تھے ڈیڑھ سو سال تک مسلمانوں کو ستاتے رہے یہاں تک کہ خود بادشاہان اسلام بھی ان کے سامنے بے بس تھے انھوں نے کئی جید علما کا قتل کیا بلا آخر ایک بادشاہ رکن الدین بیبرس نے ان کا صفایا کیا۔

[14] تفسیر نسفی، ج1، ص315

[15] سورۃ النساء:110

[16] مدارج النبوۃ، ج2، ص332

[17] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ النساء:110

[18] ایضا

[19] سورۃ الاعراف:63

[20] تفسیر ثعلبی، ج5، ص124

[21] شرح عقائد، ج1، ص421

[22] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ الاعراف:63

[23] شاہ ولی اللہ، تفہیمات الہیہ، مطبع وسن اشاعت نامعلوم، ص332

[24] سورۃ ص:45

[25] سورۃ ص:46

[26] امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ / 2000ء، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى غَيْرِ طُهْرٍ، حدیث(18)

[27] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ ص:45

[28] سورۃ ص:47

[29] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ ص:45

[30] سورۃ الصافات:139

[31] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ الصافات:139

[32] سورۃ یوسف:24

[33] سورۃ ص:46-47

[34] سورۃ الانبیاء:87

[35] سورۃ القصص:16

[36] سورۃ الاعراف:23

[37] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ الصافات:139

[38] تفسیر بیان القرآن، سورۃ الاعراف:23

[39] سورۃ الاعراف:144

[40] سورۃ النساء:59

[41] تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن از عبد الحمید سواتی، سورۃ ص:45

[42] سنن ترمذی، أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ، بَابُ مَا جَاءَ لَا يَقْضِي القَاضِي وَهُوَ غَضْبَانُ، حدیث(1334)